International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN-2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.4, Issue.2 (2024)

The Status &Contributions of Hazrat Abd al-Rahman in Fiqh and Uloom-ul-Fiqh

فقہ اور علوم الفقہ میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا مقام وخدمات

Muhammad Ramzan
Lecturer Govt. graduate college civil lines Sheikhupura, stiqlalshareef35404@gmail.com
Dr. Muhammad Husnain
Assistant professor, Division of S&T Township, University of Education, Lahore
muhammad.husnain@ue.edu.pk
Dr. Muhammad Sajjad Malik
Assistant professor, Department of Islamic Studies, University of Education, Lahore,
muhammad.sajad@ue.edu.pk, https://orcid.org/0000-0002-1419-1288

Abstract

This paper undertakes a meticulous examination of the status of Hazrat Abd al-Rahman within the realms of Fiqh (Islamic jurisprudence) and Uloom-ul-Fiqh (the sciences of Fiqh). Employing a systematic research methodology grounded in textual analysis, historical inquiry, and scholarly interpretation, the study aims to elucidate the multifaceted roles and contributions of Hazrat Abd al-Rahman to Islamic legal thought. The primary objective is to investigate the scholarly legacy of Hazrat Abd al-Rahman, exploring his influence on the development of Fiqh and Uloom-ul-Fiqh. Through a comprehensive review of primary sources, including classical texts and legal treatises, as well as secondary literature and scholarly commentaries, this research seeks to unravel the intricate nuances of Hazrat Abd al-Rahman's jurisprudential insights and methodologies. Central to this analysis is the formulation of hypotheses that guide the inquiry into Hazrat Abd al-Rahman's significance within the field of Fiqh. It is hypothesized that Hazrat Abd al-Rahman occupies a revered position among scholars of Islamic jurisprudence, owing to his profound knowledge, scholarly contributions, and adherence to the principles of legal reasoning (ijtihad) and legal methodology (usul al-fiqh). Furthermore, it is posited that his teachings and interpretations continue to resonate within contemporary discussions on Islamic law and legal theory. By critically engaging with Hazrat Abd al-Rahman's writings, teachings, and intellectual legacy, this study seeks to provide a comprehensive understanding of his enduring impact on Fiqh and Uloom-ul-Fiqh. Through a nuanced analysis of his jurisprudential perspectives and methodologies, this research aims to enrich scholarly discourse on Islamic legal thought and contribute to a deeper appreciation of Hazrat Abd al-Rahman's contributions to the field.

Keywords: Hazrat Abd al-Rahman, Fiqh, Uloom-ul-Fiqh, Islamic jurisprudence, legal methodology.

اسلامی تعلیمات کے اصولی مآخذ قرآن کریم اور حدیث شریف کو بعینہ مکمل امانت داری کے ساتھ آنے والے نسلوں تک پہنچانے کا نام روایت ہے۔اور ان مواخذ میں سموئے ہوئے موتی اور جواہرات کو نکالنے مقصود کلام الہی اور مراد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کامل ادراک کو فقاہت کہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین جس طرح روایت کے

باب میں سب سے اعلی معیار پر قائم ہیں۔اسی طرح فقاہت کے باب میں بھی ان کا کوئی مثل نہیں۔ حضور کریم نے جہاں اپنے صحابہ رضوان کی دینی، عملی اور علمی تربیت کی وہاں صحابہ کرام کی فقہی تربیت بھی فرمائی۔

عہد رسالت میں فقہی تربیت کا نمونہ:

مرفوع حدیث کی اقسام میں ایک قسم تقریر ہے۔اور یہ تقریر فقہی تربیت کا اہم ترین عنصر اور جزء ہے۔ جس کا عام فہم مطلب یہ ہے، کہ صحابہ کرام اجمعین بعض حالات میں اپنی صواب دید پر موقع محل کے مناسب، کوئی عمل کر لیتے پھر آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کرتے جو عمل اسلامی روح اور مراد شریعت کی عین موقوف ہوتا ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصویب فرماتے، سب کے سامنے حوصلہ افزائی فرماتے اور جب اس کے خلاف کوئی عمل سامنے آتا تو برملہ برات فرمادیا کرتے۔ مسبوق شخص کسی طرح اپنی نماز پوری کرے گا۔ یہ حضرت معاذ بن زبر رضی اللہ عنہ (ت 18ھ) کے عمل سے معلوم ہوا،ان کے اس اجتہادی عمل کی نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویب فرمائی۔ بلکہ ان کے اس عمل میں ان کی پیروی کا حکم دیا۔اسامہ بنت زید رضی اللہ عنہ سے میدان جنگ میں ایک نو مسلم شخص قتل ہو گیا، یہ ان کا اتحاد تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برملہ ان کے اس عمل سے برات کی،اس لیے کہ کوئی ان کی اس خاص عمل میں اقتدار نہ کرے۔ یہ فقہی تربیت کا ایک نمونہ ہے۔اور فقہی تربیت کو ن جانچنے اور پرکھنے کے لیے یہ ضروری تھا۔کچھ معاملات میں قرآن اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام خاموش رہیں،اور دین اسلام کے اولین علمبردار صادقین ومتقین صحابہ کرام اجمعین کسی نووارد حادثہ اور مسئلہ کا شکار ہو کر۔موجودہ ذخیرہ علم کو سامنے رکھ کر اپنے غور وفکر سے کوئی عمل کر گزریں،اور شارح علیہ الصلوۃ وسلام اس پر خاموشی اختیار کریں، یا تصویب اور حوصلہ افزائی فرمائیں یا پھر اس سے روک دیں۔[1]

دین کا ایک بڑا حصہ تقریرات نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کئی عبادت ومعاملات اور شرعی احکام تقریرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہم تک پہنچے ہیں۔اور چونکہ تقریرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فقاہت شریعت کے کامل ادراک پر کھلی دلیل ہے۔ جس سے فقہ صحابہ کی پیروی کرنے میں بھی لازم آتا ہے۔ تو ائمہ مجتہدین کی فقہی خدمات کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہیے۔اوران کی تباع کو اپنی نجات کا ذریعہ گردانا چاہیے۔کیوں جس طرح روایت کے باب میں اولین ٹھرا اولین مخاطبین کے سرایہ ہے اسی اور اس کے بعد یہ ریسیو محدثین کرام کو حاصل ہوا ہے اور ان کی روایت کو دینے دینی امور میں اس طرح قبول کرنا جس طرح صحابی کی روایت کو قبول کرنا ضروری ٹھہرآیا ہے۔ تو اسی طرح فقاہت واجتہاد بھی موروثی ہے۔ جس طرح صحابی کے اجتہاد کے اتباع کا حکم ہے۔اسی طرح ائمہ مجتہدین کی فقاہت کا تابعہ بھی مطلوب ہے۔[2]

عہد اصحابہ وتابعین میں فقی تربیت کی مثال:

---

[1] مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ، رقم الحدیث:22033،ج،36،ص:362 موسسۃ الرسالۃ،1429ھ۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الدیات، 1، باب قول اللہ تعالی: ومن احیاھا، رقم الحدیث:6478،ج،6،ص:2519 دار ابن کثیر 1410

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی فقاہت کی تربیت تو حضور ﷺ نے کی، اسی لیے ان کو اجتہاد کو قبول کیا گیا ہے۔ جبکہ ائمہ متحدین کی فقہ فقاہت تو نبی ﷺ کی تربیت سے نہیں گزری ۔نبی کریم نے جس طرح فقہی تربیت کر کے صحابہ کو فقیہ بنایا اسی طرح نہیں فقہی تربیت کرنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ چنانچہ صحابہ کرام اجمعین نے صغار صحابہ کرام اجمعین اور تابعین کی فقہی تربیت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے ساتھ مشاورتی مجالس میں رکھنا۔ ان کی فقہی تربیت کا حصہ تھا۔اسی طرح بعض تابعین نے بعض صحابہ کرام اجمعین کے پاس رہ کر فقہی تربیت پائی۔ جیسے سعید ابن المسیب (ت 94ھ) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ (ت 59ھ) کی خدمت میں علقمہ رحمہ اللہ تعالی (ت 62ھ) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ (ت 32ھ) کی خدمت میں رہ کر فقاہت کا درس لیا۔ اور مدینہ کے فقہاء سبعہ نے بھی فقہاء صحابہ کرام اجمعین سے تربیت پائی تھی۔ یہی سلسلہ چلتا رہا ائمہ متبوعین تک پہنچا ہے، جس دلیل وحکم سے صحابہ کرام اجمعین کی فقاہت واجتہاد کا تابع لازم ہے۔ اسی حکم سے ائمہ متبوعین کے اجتہاد کا اتباع ضروری ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات:

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کی پیدائش واقعہ فیل کے 10 سال بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ دار ارقم کے قیام سے کچھ قبل حضرت ابو بکر صدیق کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی مدینہ منورہ کے نامور تاجر اور غنی مالدار صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔ تمام غزوات میں شرکت کی سریہ دوالجندل میں لشکر کے امیر مقرر ہوئے۔ سخاوت وضیافت میں مشہور ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت کی سپردگی کا کام جن چھ صحابہ کے ذمے لگایا تھا۔ ان میں سے ایک نام آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا تھا۔ بعدازاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا حتمی فیصلہ آپ ہی نے کیا۔ آپ نے اپنے وصال کے بعد امہات المومنین کی ذمہ داری آپ کے سپرد فرمائی فقہاء سبعہ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ 32 ہجری میں وفات پائی۔[3]

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کی فقہی استنباطات:

آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی فقہات پر سب سے بڑی اور پہلی دلیل غزوہ تبوک کے سفر کا واقعہ ہے۔ جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں صحابہ کی امامت کرائی۔ اور آپ ﷺ نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی اس واقعہ کی تین دفعات سے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی فقاہت ثابت ہوتی ہے۔

1 : وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے امامت کے لیے آگے پیش ہونا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ہمراہ قافلہ سے جدا ہو کر قضائےحاجت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جس سے لوٹنے میں تاخیر ہوئی، صحابہ کرام نے آپ ﷺ کا انتظار کیا۔ مگر نماز کا وقت ہو جانے کی بنا پر صحابہ کرام نے مشورہ کیا، کہ اس وقت یقینا مشکل ترین فیصلہ تھا۔ خاص طور پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد متوقع بھی ہو، تاہم حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ نے اپنی فقہی بصیرت کی بنیاد پر آگے بڑھے، اور امامت کرائی۔[4]

---

[3] اعلام الموقعین عن رب العالمین لابن القیم، الفصل من یلغ بعد الرسول، 12/1 دار الجیل، بیروت - لبنان۔

[4] الصحیح للبخاری، کتاب الطلب، باب: مایذکر فی الطاعون، رقم الحدیث: 5397، ج: 5، ص: 2164، دار ابن کثیر، 1410

2: صحابہ کرام صلی اللہ اجمعین کا آپ کی امامت اور متفق ہونا،اور صحابہ کرام اسی کی امامت پر متفق ہو سکتے تھے۔جو علم و عمل اور فقاہت میں علی مقام رکھتے ہوں۔

3: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی اقتداء کرنا۔آپ کی امامت کو برقرار رکھنا اعلاوہ ازیں آپ کی تائید میں یہ جملہ فرمایا۔

ماقبض نبی قط حتی یصلی خلف رجل صالح من ا منہ

کوئی نبی اس وقت تک دار فانی سے کوچ نہیں کرتا،جب تک اپنی امت کے کسی نیک آدمی کے اقتداء میں نماز نہ پڑھ لے۔

تعین حد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استنباط۔[5]

استلام رکن اور آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا اجتہادی عمل:

امور عبادت میں فرائض و واجبات اور سنن کی اصطلاحات عہد رسالت میں رواج پزیر نہیں تھیں۔بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ اجمعین والخصوص فقہاء صحابہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام کو عبادت کرتے دیکھتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اور اپنی فقہی بصیرت سے اس کا درجہ متعین کر لیتے تھے۔جس کی بسا اوقات حضور ﷺ توثیق فرماتے اسی طرز عمل کی ایک عملی مثال سیدنا عبدالرحمن بن عوف کی بیان سے ملتی ہے۔موصوف صحابی جلیل فرماتے ہیں۔کہ جب میں بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوا،تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ استلام رکن میں آپ نے کیا عمل اختیار کیا۔میں نے عرض کی کہ کبھی استلام کیا،اور کبھی چھوڑا(یعنی فرض اور واجب سمجھ کر ہمیشہ نہیں کیا بلکہ سنت و مستحب سمجھ کر کبھی استلام کیا اور کبھی ترک کیا)آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے درست راہ اختیار کی۔[6]

آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی مرویات میں فقاہت کی جھلک:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ میں آپ کی فقہی اور حدیثی مقام و مرتبہ کا اندازہ ان روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔جو صرف آپ سے منقول ہیں۔کیوں عموماً ہر شخص اس فن کی حدیث کو زیادہ یاد رکھتا ہے۔جس کا وہ ماہر ہو،فقہاء صحابہ سے فقہی روایت ہی زیادہ تر منقول ہوتی ہیں۔جیسے عام طور پر اقضیہ کی احادیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرائض و میراث کی روایت میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حلال و حرام کی احادیث میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔کیونکہ وہ ان فنون کے ماہر اور خود گر تھے،بطور وصال تین روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔[7]

---

[5] الطبقات لابن سعد باب ذکر من یفتی بالمدینۃ ویقتدی بہ،340/2،بیروت،1376ھ

[6] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر،رقم ترجمۃ الصحابی:5195،ج:4،ص:2

[7] التراتیب الادا ریۃ للشیخ عبد قالحہ الکتانی،تحت ذکر المفتین علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،56/1،دار الاحیاء التراث العربی بیروت،لبنان

مجوس سے جزیہ قبول کرنا:

مجوسیوں سے جزیہ قبول کرنے کے سلسلے میں سیدنا عمر فاروق سے عنہ متر دتھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے آکر خبر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ھجر کے مجوسیوں ہوئی سے جزیہ لیا تھا۔ یہ حدیث آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے سوا موجودہ لوگوں میں کسی کے پاس نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے صرف آپ کی روایت کی وجہ سے جزیہ قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس سے خبر واحد کی حجت معلوم ہوتی ہے۔[8]

وبائی علاقوں کے متعلق نبوی ہدایت:

18 ہجری میں حضرت عمر فارق صحابہ کرام کے ہمراہ شام کے سفر پر نکلے مقام سرغ تک پہنچنے پر خبر ملی کہ شام میں وبائی پھیلے وبا پھیلی ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں مجاہدین اولین سے مشاورت کی مجلس مشاورت میں اختلاف ہوا۔ کوئی حتمی فیصلہ نہ ہو سکا، پھر انصار صحابہ سے مشورہ کیا اس میں بھی اختلاف ہوا اور کسی حتمی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے۔ اور پھر آپ نے قریش کے بڑے سردار جنھوں نے فتح مکہ کے موقع پر ہجرت کی ان سے مسئلے کا حل دریافت کیا۔ سب ایک رائے پر متفق ہو کے خود کو وبا میں داخل نہیں

کرنا چاہیے۔ اور واپس لوٹ جانا بہتر ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے واپس لوٹنے کا فیصلہ سنایا اس پر ابو عبیدہ بن جراح نے استفار کیا کہ آپ اللہ تعالی کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں۔ تب آپ نے تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا:

نعم ! نفر من قد ر اللہ الی قدر اللہ۔[9]

جی ہاں کہ ہم تقدیر الہی سے تقدیر الہی کی طرف کوچ کر رہے ہیں

اس تمام اکاروائی میں حضرت عبدالرحمن بن عوف شامل نہ تھے، وہ کسی کام سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ اچانک وہ تشریف لائے، اور جب انہیں تمام ماجرے کا علم ہوا۔ تو فرمایا ایسے موقع کے لیے تو میرے پاس کی ایک حدیث ہے۔ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

اذ اسمعتم بہ بارض فلا تقد مواعلیہ ، واذاوقع بارض وانتم بھا فلا تخر جو افر ارامنہ۔[10]

کہ جب تم کسی علاقے کے متعلق سنو کہ اس وبا ہے، تو وہاں داخل مت ہونا۔ اور اگر جہاں تم رہ رہے ہو وہاں وبا پھیل جائے تو بھاگنے کی غرض سے نہ نکلنا۔ حضرت عمر فاروق بہت خوش ہوئے شکر ادا کیا اور لوٹ گئے۔

---

8 سنن النسائی، کتاب الطھارۃ، صفۃ الوضو، غسل الکفین رقم الدیث 82، دار المعرفۃ 1404

9 الطبقات لابن سعد 129/3، بیروت، 1376

10 معجم الصغیر للطبرانی رقم الحدیث: 650، 388/1 المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت، 1405ھ

نماز میں بھول جانے کے وقت بنا کرنا:

نماز میں تعداد رکعات میں اشتباہ اور وہم ہونے کی وجہ سے استناف کیا جائے یا بنایا یا بنا۔ایک بار حضرت عمر فاروق نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس مسئلے کے متعلق حضورﷺ کی روایت اور نبوی رہنمائی دریافت فرمایا۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایامیرے پاس تو کوئی حدیث نہیں،یہی گفتگو چل رہی تھی۔کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کا وہاں سے گزر ہو،اتوان سے مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا۔جب آپ نے مسئلے کے متعلق سناتو فرمایامیرے پاس اس مشکل کا حل موجود ہے۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

اذ صلى احد كم ، فشك فی صلاتہ ، فان شك فی الواحد ة و الثنين ، فليجعلهما واحد ة ، وان شك فی الثنتين والثلاث، فليجعلهما ثنتين، وان ك فی الثلا ث والا ربع ،فليجعلهما ثلاثا، حتى يكو ن الوهم فی الز يا دة، ثم يسجد سجد تين قيل ا ن يسلم ، ثم يسلم-[11]

جب تم نماز میں وہم اور شک ہو جائے،اگر پہلی اور دوسری رکعت میں شک ہو تو پہلی پر بنا کرے،دوسری اور تیسری میں شک ہو تو دوسری پر بنا کرے، تیسری اور چوتھی میں اختلاف ہو تو تیسری کو اصل بنائے،اور پھر سلام سے قبل سجدہ سہو کرے،اور بعد زرا سلام کرے۔

یہ تینوں روایات آپ کی فقہی بصیرت اورفقیہانہ مقام مرتبہ کی عکاسی کرتی ہیں۔

خلاصہ:

پہلی صدی ہجری میں صحابہ کرام کے بعدان کی تربیت یافتہ علماء نے تحفظ وانتقال شریعت کا فریضہ سرانجام دیا۔فقہی و قانونی میادین میں انہوں نے تفریعات اسلام پر بہت عرق ریزی کی۔یہ قرآن وسنت کی اجتماعی اوران صحاب کے صائب اجتہادات تھے۔کہ جن کی بدولت اسلام کے پیغام نے کرہ ارض کو متاثر کیا۔اس طرح پہلی صدی ہجری میں فقہی سرگرمیوں کی سعت اور فقہی سرمایہ کی حفاظت وتدوین کے لیے کی گئی،کوششوں سے پتہ چلتا ہے۔کہ علمائے امت نے علم فقہ کو کتنی اہمیت دی اور محنت شاقہ سے مبادیات فقہ کو محفوظ کر کے مابعد کے علماء کے لیے سہولت کا سامان کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالی نے اپنی مرضیات کو قرآن عظیم کی سورت میں نبی آخرالزماں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نوع انسان تک منتقل کیا۔ذات باری تعالی نے ابھی کتاب کی تبیین کا فریضہ آپ کو سونپ کر توضیحات و تشریحات نبی کو بھی دینی اساس ٹھہرایااور صحابہ کرام نے نبوی علوم معارفت سے براہ راست استفادہ کر کے اساسیاست دائیں دین کی تحفظ وانتقال کا بے مثل کارنامہ سرانجام دیا۔تابعین اور تبع تابعین کے طبقات نے دینی روایت کی تدوین و ترجیح کا فریضہ اپنے ذمہ لے کر اس کا حق ادا کر دیا۔

12:مسنداحمد بن حنبل،مسند عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ،194/3،موسۃالرسالۃ1429ھ

---

[11] التقييد والايضاح للعراقی،نوع معرفۃ مختلف الحديث،ص:226،دارالکتب العلميۃ1420ھ

حوالہ جات

1:مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ، رقم الحدث 2

3:اعلام الموقعین عن رب العالمین لابن القیم، الفصل من بلغ بعد الرسول، 12/1دار الجیل، بیروت—لبنان

4:الطبقات لابن سعد باب ذکر من یفتی بالمدینۃ ویقتدی بہ، 340/2بیروت، 1376ھ

5:الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر، رقم ترجمۃ الصحابی: 5195، ج:4، ص:2

6:التراتیب الادار یۃ للشیخ عبد قالحہ الکتانی، تحت ذکر المفتین علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، 56/1، دار الاحیاء التراث العربی بیروت، لبنان۔

7: سنن النسائی، کتاب الطھارۃ، صفۃ الوضو، غسل الکفین رقم الدیث 82، دار المعرفۃ 1404

8:الطبقات لابن سعد 129/3، بیروت، 1376ھ

9: معجم الصغیر للطبرانی رقم الحدیث: 650، 388/1المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت، 1405ھ

10:التقیید والایضاح للعراقی، نوع معرفۃ مختلف الحدیث، ص:226، دار الکتب العلمیۃ 1420ھ

11:الصحیح للبخاری، کتاب الطلب، باب: مایذکر فی الطاعون، رقم الحدیث: 5397، ج:5، ص:2164، دار ابن کثیر، 1410

12:مسند احمد بن حنبل، مسند عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ، 194/3، موسسۃ الرسالۃ 429۔